

ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں نول کشور کی چند مطبوعہ داستانوں کا تازہ ذخیرہ

Dr. Khalid Mahmood Sanjrani

Asst. Prof. Urdu, G C University, Lahore

Some "Dastan" books published by Novel Kishor keeps in Hyderl Berg University

This is with reference to the invaluable collection of tales published by Naval Kishore Press, Lucknow and Kanpur, India. These tales have been present in Heidelberg University Germany. The researcher has prepared the annotative index of thirty-five tales that are more than one hundred and twenty years old while the oldest dates back to 1871. It is pertinent to mention that these tales are rare pieces of fiction.

The South Asia Institute of Heidelberg University possesses this decades old treasure of classic writings. The researcher made this index during his post-doctoral study at the said university though the topic was not a part of his post Doc. The purpose of developing such index is to bring to light the presence of such valuables in Germany for those who are interested in Urdu literature. This index would be immensely helpful for the students in general and researchers in particular.

منشی نول کشور رجحان ساز شخصیت کے مالک تھے۔ آنے والوں موسم اور افتاد کو پیشگی محسوس کرنے والے پرندوں کی مانند منشی نول کشور کو روز افزوں تہذیبی اور معاشرے میں ختم ہوتی روایات کا پیشگی احساس ہو جایا کرتا ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی لکھنؤ کے داستان گو فیکاروں کو ایک خاص ساعت میں اپنے مطب سے وابستہ نہ کرتے۔ داستان کہنے کی چیز ہے، لکھنے کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ داستان کی قدیم روایت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہی۔ منشی نول کشور کو شاید اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ داستان گوئی کی یہ روایت اب زیادہ دیر تک نہیں رہنے والی۔ انھوں نے لکھنؤ میں داستان گو فیکاروں کی آخری نسل کو دیکھا اور اس روایت کی آخری سانسوں میں خٹک آمیز احساس مرگ کو شدت سے محسوس کیا ہو گا۔ ناول نگاری کی بنا پڑنے کے بعد جب اس بات کی کوشش کی گئی کہ داستان کو داستان گوؤں ہی کی زبان میں لکھا جائے تو منشی نول کشور نے اس

عہد کے بڑے داستان گو فنکاروں کی خدمات حاصل کیں کہ جن میں فنی احمد حسین جاہ اور فنی احمد حسین قمر کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان داستان گو فنکاروں نے ضخیم داستانیں تحریر کیں کہ جو کئی جلدوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور عموماً ایک جلد گیارہ بارہ سو صفحات پر بھی محیط ہے۔ ان داستانوں کی اشاعت غیر معمولی کارنامہ ہے اور ان داستانوں میں موجود اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو زرخیر صرف کر کے شائع کیا گیا۔ شرر کے بقول دہلی کے مشہور داستان گو لکھنؤ میں آنا شروع ہو گئے تھے اور اس شہر کی تہذیبی زندگی میں داستان گوئی کو نہایت اہم مقام حاصل ہو چکا تھا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو فورٹ ولیم کالج کی پریس کے بعد نول کشور پریس ادب کی دنیا میں ایک اعجاز ہی تھا۔ لکھنؤ میں نول کشور پریس سے قبل بھی چند ایک اشاعتی ادارے موجود تھے اور اب بھی ہیں لیکن کسی دوسرے اشاعتی ادارے نے ان ضخیم داستانوں کی اشاعت کا بار نہیں اٹھایا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ادبی حوالوں سے کئی دہائیاں گزرنے کے بعد بھی کوئی اشاعتی ادارہ نول کشور پریس کی جگہ نہیں لے سکا۔

نول کشور پریس کی مطبوعہ داستانوں کے ایڈیشن اب خال خال ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان ایڈیشنوں کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ ان داستانوں کی تدوین میں نول کشور کی مطبوعہ داستانیں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہائڈل برگ یونیورسٹی کا کتب خانہ ان داستانوں کی موجودگی میں مزید قیح ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ داستانوں کی ادب کے لیے سرگرداں محققین کے لیے یہ ذخیرہ ایک نکتہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ اشاریہ ان داستانوں کے عنوانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ممکنہ حد تک معلومات درج کر دی گئی ہیں۔ جن داستانوں کے ابتدائی یا اختتامی صفحات موجود نہ تھے، ان کے سال اشاعت، ایڈیشن اور بعض صورتوں میں مصنف کے نام کا تعین کرنے میں ناکامی رہی ہے۔ تاہم، حتی المقدور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان امور کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ ان داستانوں میں نثری داستانوں کے ساتھ ساتھ منظوم داستانوں کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ بعض داستانیں نہایت غیر اہم تھیں، ایسی داستانوں کی تفصیل درج کرنے کی بجائے ان کے باب میں بنیادی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

ساؤتھ ایشیا انسٹی ٹیوٹ ہائڈل برگ یونیورسٹی، جرمنی میں پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ کے دوران میں (۲۰۰۸ء-۲۰۰۹ء) وہاں پر موجود برادر علی عثمان قاسمی صاحب نے بڑی امنگ سے اس بات کی اطلاع دی کہ ادھر کچھ عرصہ قبل نول کشور پریس سے ایک ذخیرہ عکس لایا گیا ہے کہ جس کا کتب خانے میں تا حال اندارج بھی نہیں کیا جاسکا۔ نول کشور پریس کی مطبوعات تحقیق و تنقید میں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں اور خال خال ہی دکھائی پڑتی ہیں۔ ان کتب کی ادبی حیثیت اور کم یابی میں اتنی تودل کشی موجود ہے کہ تحقیقی مزاج سے عاری شخص بھی ایک دفعہ انہیں ضرور دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ میں نے ان کتب کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار اسی جذبہ کے تحت کیا۔ وہاں پر شعبہ اردو کی ممتاز استاد اور نقاد ڈاکٹر کرسٹینا اوسٹر ہلڈ صاحبہ (Dr. Christina Oesterheld) اور ڈاکٹر ہنس ہارڈر صاحب (Dr. Hans Harder) نے ان کتب تک راقم کی رسائی کو نہ صرف ممکن بنایا بلکہ اپنی بھرپور دل چسپی کا اظہار بھی کیا۔ اس ذخیرہ عکس کا کتب اندارج لائبریری میں نہیں تھا۔ ہمارا ارادہ صرف فہرست سازی کا تھا اور اسی کو پیش نظر رکھ کر کام شروع کیا گیا۔ تاہم، ان میں سے بعض کتب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے راقم نے فہرست کے ساتھ ساتھ کچھ نوٹس بھی لینے شروع کر دیئے تھے۔ ہائڈل برگ یونیورسٹی میں موجود نول کشور کے اس ذخیرہ عکس میں اردو، فارسی، عربی اور سنسکرت کی کتب موجود ہیں جن میں اردو کتب کی تعداد دیگر زبانوں کی کتب سے نسبتاً زیادہ ہے۔ اردو کتب میں بعض کتب نہایت اہم اور کم یاب تھیں، اس لیے ان کا توضیحی قسم کا اشاریہ تیار ہوتا چلا گیا۔ ان کتب میں موجود متن میں سے کچھ اقتباسات بھی اشاریہ میں نقل کئے گئے ہیں اور اس عمل میں اصل متن کو من و عن پیش کیا گیا ہے۔ مختلف تصانیف میں املا کے جو انداز اور عصری رویے موجود تھے، ان میں کوئی چھیڑ چھاؤ نہیں کی گئی۔ اس عہد میں مختلف با معنی الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کا انداز موجود ہے، ”س“ کے پر ختم ہونے والے الفاظ میں نقطہ موجود ہے اور اس نوع کے ہر انداز تحریر کو قائم رکھا گیا ہے جو اصل متن میں موجود تھا۔ فہرست کتب کے عنوانات کی بنیاد پر حروف تہجی کے تحت تیار کی

گئی ہے۔ بعض کتب کا سال اشاعت موجود نہ تھا جس کے تعین کے لیے بعض مقامات پر متن کی داخلی شہادتوں پر انحصار بھی کیا گیا ہے۔

اس ذخیرہء کتب میں موجود اردو کتب متنوع اصناف اور موضوعات کی حامل ہیں۔ داستان، شاعری، ناول، سفر نامہ، سوانح، تراجم، فرہنگ، منقبت، قواعد و انشاء، تاریخ، طب، زراعت، مذہب، اخلاق، تصوف، نصاب وغیرہ سے متعلق مطبوعہ کتب کی ایک بڑی تعداد اس ذخیرے میں موجود ہے۔ انہی اصناف اور موضوعات کو پیش نظر رکھ کر ان کتب کی درجہ بندی کی گئی تاکہ مطلوبہ موضوع سے متعلق کتاب تک رسائی میں آسانی رہے۔ اس ذخیرہء کتب میں کم و بیش ۵۳۸ کتب موجود ہیں۔ ان میں نول کشور کی ان مطبوعہ کتب کو شامل نہیں کیا گیا کہ جن کا اندراج ساؤتھ ایشیا انسٹی ٹیوٹ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ اشاریہ صرف ان کتب کا احاطہ کرتا ہے کہ جن کا اندراج تا حال انسٹی ٹیوٹ کے کتب خانے میں نہیں کیا گیا۔ اس ذخیرہء کتب میں موجود داستانوں کی فہرست اور مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پوسٹ ڈاکٹرل فیوشپ کے دوران میں راقم کا موضوع تحقیق ”علامہ اقبال اور ہنس ہاسو۔ باہمی روابط اور اثر پذیری“ کے عنوان سے تھا کہ جس کو مقررہ مدت میں مکمل کیا گیا۔ نول کشور کی مطبوعات کی فہرست سازی اس منصوبے کا حصہ نہ تھی۔ اس فہرست سازی کا مقصد فقط یہ ہے کہ ہائیڈل برگ میں موجود چند کم یا ب کتب کی نشان دہی کر دی جائے۔

۱۔ ”الف لیلہ اردو با تصویر چہار جلد“ از پنڈت رتن ناتھ سرشار:

اردو ادب میں رتن ناتھ سرشار ”فسانہء آزاد“ کے سبب اتنے معروف ہوئے کہ ان کے دیگر کارناموں پر کم ہی توجہ دی گئی ہے۔ ایسے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ”الف لیلہ“ ہے کہ جسے چار جلدوں میں شائع کیا گیا تھا۔ زیر نظر نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں چاروں جلدوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس نسخہ کے ابتدائی چار صفحات غائب ہیں کہ جس سے بنیادی معلومات ہمیں حاصل نہیں ہو سکیں، البتہ ہر صفحہ پر کتاب کا عنوان اور مصنف کا نام درج ہے۔ علاوہ ازیں، کتاب کے آخر میں خاتمہ کے عنوان سے مصنف کا حتمی تعین بھی ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں شامل تصاویر عجمی تصورات کی آئینہ داری کرتی ہیں اور ان تہذیبی تصورات کے تحت ہندوستان کی زندگی کا چلن بھی سامنے لاتی ہیں۔ اس نسخے سے سن اشاعت کے باب میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ یہ کتاب داستان سے ناول تک کے سفر کا ایک اہم نشان محسوس ہوتی ہے۔ سرشار نے نہایت معروف داستان کو ناول کی صورت میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اس میں برجستہ مکالموں، اختصار، واقعات کی نسبتاً بہتر بنیت اس کتاب کو ناول کے نسبتاً نزدیک کر دیتی ہے۔

۲۔ ”الف لیلہ کی کہانیاں“ از عبد العظیم صدیقی:

اس کتاب میں عام اردو دان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الف لیلہ کی کہانیوں میں سے مختصر حکایات کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ درسی نوعیت کی کتاب ہے۔ اگرچہ یہ کتاب نول کشور کے ذخیرہ سے ملی ہے تاہم، اس کے ناشر لوپر کاش ہیں اور اسے تر لاک روڈ لکھنؤ سے شائع کیا گیا۔ ذخیرہ نول کشور میں دیگر اشاعتی اداروں کی تصانیف کی موجودگی اس امر کی دلیل بھی ہے کہ مثنوی نول کشور اپنے معاصر اشاعتی اداروں کے اشاعتی منصوبوں سے بخوبی آگاہ رہنا چاہتے تھے۔ اس کتاب میں سن اشاعت درج نہیں اور نہ ہی اس کے پیش لفظ وغیرہ سے اس کا تعین ہو سکا ہے۔

۳۔ بتیال پچھلی:

اس کے مصنف کا نام درج نہیں۔ یہ نسخہ نول کشور سے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔

۴۔ پریم ساگر از مثنوی شکر دیال فرحت:

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے کہ جسے نول کشور کان پور سے ۱۷۸۹ء میں شائع کیا گیا تھا۔ اس میں موجود قطعہ تاریخ سے معلوم

ہوتا ہے کہ اسے ۱۸۶۲ء میں مکمل کیا گیا تھا۔ اسے مثنوی کی ہیبت میں تحریر کیا گیا ہے۔

۵۔ پیراہن یوسفی از مولوی یوسف علی شاہ:

مولانا کی مثنوی معنوی کے دفتر پنجم کا یہ منظوم ترجمہ ہے۔ اسے نول کشور سے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔ ایڈیشن کی صراحت نہیں کی گئی۔ مترجم نے بڑی کاوش سے وضاحت طلب مقامات پر حواشی بھی درج کر دئے ہیں کہ جس کی وجہ سے اس کی اہمیت زیادہ ہو گئی ہے۔

۶۔ تمہ الف لیلہ مع تصاویر چہار جلد (حصہ دوم) از مولوی محمد اسماعیل اثر:

یہ تصنیف رتن ناتھ سرشار کی ”الف لیلہ با تصویر چہار جلد“ کا تکلمہ ہے جسے نول کشور پریس نے ۱۹۰۱ء میں لکھنؤ سے شائع کیا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۹۸ ہے۔ مصنف نے جلد دوم کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے واقعات اور قصص میں اضافہ کیا گیا ہے جس کا اندازہ ”خاتمہ الطبع“ کے عنوان سے ذیل کی سطور کی صورت میں ہوتا ہے: ”چند قصے جو دل چسپ، پسندیدہ خاص و عام ہیں وہ رہ گئے تھے۔ ان قصص کو اسی عنوان سے مولوی اسماعیل متخلص اثر و ابستہ قدیم مطبع اودھ اخبار نے حسب الحکم منشی پراگ نرائن مالک مطبع نے بطور تکلمہ انجام دیا۔“ ۱۔

۷۔ خزینۃ الاسرار (ترجمہ بوستان)

شیخ سعدی کی ”بوستان“ کے منتخب حصوں کا ترجمہ اس میں شامل ہے۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ اس کتاب کو ۱۹۱۵ء میں نول کشور لکھنؤ سے شائع کیا گیا تھا۔ میرا ذاتی احساس ہے کہ منشی نول کشور نے عالمی کلاسیک ادب کے بالخصوص فارسی ادب کے شاہکار تخلیقی فن پاروں کا مکمل متن شائع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے کچھ حصوں کا انتخاب ترجمہ کروایا، شائع کیا، قیمت کم رکھی تاکہ وسیع حلقے کی رسائی ان داستانوں تک ممکن ہو۔ ان کے اس عمل سے ایک اچھے کاروباری رویے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

۸۔ دریای عشق از واجد علی شاہ اختر:

یہ مثنوی مارچ ۱۸۸۵ء میں نول کشور کان پور میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں ”تاریخ طبع سابقہ لائقہ“ کے عنوان سے فدا علی عیش کا کہا ہوا قطعہ تاریخ موجود ہے کہ جس کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی شاید اسی مطبع سے ۱۲۸۸ھ میں بھی شائع ہو چکی تھی۔ قطعہ کا آخری شعر کہ جس سے طبع سابقہ کی تاریخ نکلتی ہے، درج ذیل ہے۔

کیا ملا ہے گو ہر تاریخ طبع خوب وز بیا مثنوی چھاپی ہے واہ ۱۲۸۸ھ ۲

اس ایڈیشن کے کل صفحات کی تعداد ۶۴ ہے۔ ہر ورق پر چار کالم بنائے گئے ہیں اور ان کالموں میں کتابت کا انداز باریک ہے۔ ان کالموں اور کتابت کے اس انداز کے سبب پوری مثنوی چونٹھ صفحات میں سما گئی ہے۔ کم و بیش ہر صفحے پر پچاس کے لگ بھگ اشعار موجود ہیں۔ اس نسخے کا اختتام اس سطر پر ہوتا ہے ”الحمد للہ والمنة کہ کتاب لاجواب مسمیٰ بدد ریاے تعشق بمابہ مارچ ۱۸۸۵ء مطبع منشی نول کشور واقع کانپور میں طبع ہوئی۔“ ۳۔ اس مثنوی کا یہ ایڈیشن واجد علی شاہ کی زندگی ہی میں شائع ہوا اور گمان غالب ہے کہ ان کی زندگی میں شائع ہونے والا یہ آخری ایڈیشن ہے۔

۹۔ سنگھان بتیسی:

اس کتاب کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ہے۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ یہ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے کہ جسے نول کشور پریس کی جانب سے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا گیا تھا۔

۱۰۔ سنگھان بتیسی (نظم) از منشی لال متخلص بہ چمن:

یہ منظوم داستان نول کشور پریس کان پور سے فروری ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۲۹ ہے۔ اسے مثنوی کی

ہیئت میں منظوم کیا گیا ہے۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

آہلی سبز کمر میرے سخن کو بھار بیچارے دے اس چمن کو جبکہ داستان کا اختتام اس شعر پر کیا گیا ہے: چمن وشن کیا بزم بیان کو بس اب خاموش کر شرح زبان کو ”تمام شد“ کے عنوان سے شاعر نے اس داستان کی تاریخ آغاز فارسی میں کہی ہے جس کی روسے ۱۲۷۷ ہجری میں اس داستان کو لکھنے کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعر نے اس داستان کی تاریخ اختتام کو فصلی، بکرماجیتی اور عیسوی سال میں بھی پیش کیا ہے۔ تاریخ فصلی ۱۲۷۲ ف، تاریخ سمیت بکرماجیتی ۱۲۹۰ جبکہ عیسوی ۱۸۶۴ء درج کی گئی ہے۔ ان اشعار تاریخ سے اس عہد کے علمی اور سماجی رویوں کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس انداز میں مختلف ثقافتوں کے مظاہر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رواں دواں تھے اور عیسوی کا چلن ابھی اپنے لیے معاشرے میں آہستہ آہستہ جگہ بنا رہا تھا۔ شاعر کے علاوہ ہیرالال متخلص بہ دانش، روشن لال متخلص بہ نور اور لچمن پرشاد متخلص بہ لچمن نے تاریخ طبع فصلی اور ہجری اعتبار سے نکالی ہے۔ آخری سطور ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

”سنگاسن بتیسی مصنف اور کا شاعر بہ مثال نازک خیال رشک خاقانی و فردوسی رنگین بیان کامل الفن منشی رنگ لال متخلص بہ چمن زمانہ محمود اور وقت مسعود میں بیچ مطبع مرجع والا ہم مظہر جو دو کرم جناب منشی نولکشور صاحب واقع کا پور بجنس اہتمام ہتم بعد میل مولوی محمد اسماعیل ماہ فروری ۱۸۷۱ء کو حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی خریداران مشتاق کی دلجوئی کے لیے لباس پر تکلف سے پیراستہ ہوئی فقط“

یہ عبارت اس زمانے میں کتابت کے حسن کی آخری یادگاروں کی عکاس ہے کہ اسے مثلث شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔ دیگر خصائص کے ساتھ ساتھ اس میں مبالغہ آرائی ایک لازمی جزو کے طور پر سامنے آتی ہے۔ یہ امر بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ اس کتاب کے مصنف غالب کے ہم عصر ہیں۔ ان کے نام سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ہندو تھے لیکن کتاب کے آغاز میں ۱۲ احمدیہ اشعار درج ہیں۔ ”بیچ مدح بادشاہ واجد علی شاہ کے“ کے عنوان سے قصیدہ کے انداز میں واجد علی شاہ کے اوصاف کو ممکنہ حد تک مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ منشی نول کشور کی تعریف میں اشعار شامل ہیں کہ جس کے بعد داستان کا آغاز ہوتا ہے۔

نول کشور کے اس ذخیرے میں اس کتاب کی اہمیت کی قدامت کی وجہ سے بھی ہے۔ زمانی اعتبار سے اس ذخیرے کی یہ سب سے پرانی مطبوعہ کتاب ہے۔

۱۱۔ طلسم شر عرف گلاب کنورا محمد مصطفیٰ علی خان صاحب شہر:

یہ ناول ۱۹۰۹ء میں نول کشور پریس، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کے متن پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے یہ داستان اور ناول کے بیچ کی ایک کڑی ہے جس کا اندازہ عنوان کے ساتھ عرف گلاب کنور کی موجودگی سے ہوتا ہے۔

۱۲۔ طلسم نوخیز جمشیدی (جلد اول) از منشی احمد حسین قمر:

منشی احمد حسین قمر کی اس داستان کی جلد اول، ان کی وفات کے بعد جون ۱۹۰۱ء مطابق ماہ صفر ۱۳۱۹ھ میں نول کشور پریس، لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ داستان کے آخر میں ”تاریخ طبع اور قمر مصنف کتاب ہذا در صنعت نوشیح کہ اگر یک یک حرف از سر ہر مصرع گیند سنہ ہجری ۱۳۱۹ ظاہر شود“ کے عنوان سے سات اشعار درج کیے گئے ہیں، ہر مصرع کے پہلے حرف سے برآمد ہونے والے اعداد کی جمع آوری میں داستان کی اس جلد کی اشاعت کا سال ۱۳۱۹ھ نکلتا ہے اور جس کی صراحت عنوان میں موجود ہے۔ یہ جلد ۷۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ داستان کا آغاز ”حمد خدا عزوجل“ کے عنوان سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں، نعت، منقبت، سبب تصنیف کے عنوانات کے تحت منظوم حصے موجود ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ داستان گو شاعر بھی تھے۔ داستان کی اس جلد کا اختتام اس نوٹ پر ہوتا ہے ”پس الحمد للہ کہ یہ جلد اول طلسم نوخیز جمشیدی کی مطبع

نامی نولکشور واقع لکھنؤ میں بعالی ہمتی آقائے نامدار جناب منشی پراگ نرائن صاحب دام اقبالہ مالک مطبع موصوف بمہ جون ۱۹۰۱ء طبع ہو کر بدیہ شائقین ہوئی۔“ ۵

اس داستان کے خاتمہ الطبع سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ منشی احمد حسین قمر اپنے عہد کے معروف اہل قلم تھے۔ انھوں نے مدحت طرازی اہل بیت اور رسول مقبول ﷺ کی توصیف کمالات و معجزات و حالات معراج وغیرہ میں صد ہا منثری تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو اس داستان کی اشاعت تک معرض طبع میں نہیں آئیں تھیں۔ مدحت آل رسول کے طور پر ان کی شناخت کا حوالہ اس داستان کے سرورق پر اس صورت میں موجود ہے: ”نتیجہ ملک گہر بار مستند روزگار مداح آل رسول الثقلین منشی احمد حسین صاحب مرحوم متخلص بہ قمر“۔ خالصتاً ادبی حیثیت میں ان کا مقام داستان گو کے حوالے سے ہے۔ آپ داستان گو کی آخری یادگاروں میں سے ہیں۔ داستان کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مختلف داستانوں کی بیس جلدیں تصنیف کیں اور کم و بیش سب کی سب شائع بھی ہوئیں۔ اس جلد میں شامل تقریظ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ انھوں نے ”طلسم نوخیز جمشیدی“ کا قصہ تین ضخیم جلدوں میں تصنیف کیا تھا۔ اس داستان کے بعد وہ ”طلسم زعفران زار“ لکھنے میں منہمک تھے کہ زندگی نے وفانہ کی۔ اس طرح ”طلسم نوخیز جمشیدی“ ان کی زندگی کی آخری تحریر کردہ مکمل داستان ثابت ہوئی۔

داستان کی اس جلد میں شامل متن پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ داستان طلسماتی دنیا، مانوق الفطرت کرداروں، مابعد الطبعیاتی ماحول اور معرکہ خیز و شر کے انہی خصائص کی آئینہ دار ہے کہ جن سے اردو داستانیں بچھا نہیں جاتی ہیں۔ یہ داستان سامری کے بھائی جمشید کے فرزند جمشید ثانی کی اس سیاحت کا احوال سامنے لاتی ہے کہ جس میں وہ ملکہ یاسمین رکین پوش پر عاشق ہو بیٹھتا ہے۔ دیگر اردو داستانوں کی مانند اس داستان میں بھی ذیلی قصوں کی بھرمار نظر آتی ہے۔

داستان کا زیر نظر نسخہ نہایت اچھی حالت میں ہے۔ تمام اوراق دیمک سے محفوظ ہیں۔ سرورق سے لے کر آخری صفحہ تک کا غذا چھی حالت میں ہے، متن صاف اور طباعت روشن ہے۔ سرورق پر ایک انتخابہ درج ہے: ”اعلان۔ چونکہ یہ کتاب بصر فزکیر مطبع تصنیف ہوئی ہے لہذا حق تصنیف اس کا بحق نولکشور پر لیں محفوظ ہے۔“

۱۳۔ طلسم نوخیز جمشیدی (جلد دوم) از منشی احمد حسین قمر:

منشی احمد حسین قمر کے طلسم کی یہ دوسری جلد فروری ۱۹۰۲ء میں نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ اس جلد میں مصنف کی طرف سے سال تصنیف کی نشان دہی سات اشعار کی صورت میں نظر آتی ہے، ان اشعار کی رو سے اس جلد کا سال تصنیف ۱۳۱۸ھ بنتا ہے کہ جسے اشعار کے آخر میں درج بھی کیا گیا ہے۔ اس حساب سے دوسری جلد کا سال تصنیف عیسوی میں ۱۹۰۰ء بنتا ہے۔ چونکہ جلد اول میں سال تصنیف کا ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس داستان کی پہلی جلد ۱۸۹۹ء کے وسط یا ۱۹۰۰ء کے اوائل میں مکمل کی گئی ہوگی۔ زمانی اعتبار سے اس جلد کی تصنیف اور اشاعت میں کم و بیش دو برس کا فاصلہ ہے۔ جلد دوم کی تقریظ مصنف کے بیٹے نے تحریر کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرحوم کا تحریر کردہ آخری طلسم تھا: ”یہ آخری طلسم تھا کہ جسکو تین جلدوں میں تصنیف فرما کر بقضاء الہی راہی ملک عدم ہو گئے“۔ ۸ اس تقریظ میں مصنف کے کمالات کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے اور طلسم لکھنے میں ان کی مہارت، تجربے اور وجود کو اجاگر کیا گیا ہے۔

جلد دوم کا آغاز حمد خدائے عزوجل، نعت رسول مقبول ﷺ، منقبت سے ہوتا ہے۔ جلد اول کی نسبت اس جلد میں ایک فرق یہ ہے کہ اس جلد میں مدح کا حصہ منظوم نہیں۔ جلد دوم کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: ”حمد خدائے جہان آفرین بانی بنائے زمان و زمین۔۔۔“ ۹ بعد ازاں، داستان کا آغاز جمشید ثانی کے انتشار اور اس پریشانی میں جزیرہ گوہر بار کے حاکم کو مدد کے لیے بلانے سے ہوا ہے۔ جلد کا اختتام ”اعلان“ کے عنوان سے ہوا ہے جس کی رو سے اس کتاب کا حق تصنیف نولکشور پر لیں کے پاس محفوظ و محدود ہے۔ اس جلد کے صفحات کی

تعداد ۵۶۷ ہے۔

یہ جلد بھی طلسمات، محیر القول واقعات اور معرکوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ جلد بھی نہایت اچھی حالت میں ہے۔ پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحہ تک تمام متن روشن اور طباعت عمدہ حالت میں ہے۔ نول کشور پریس کے اس ذخیرے میں اس جلد کی دو کاپیاں موجود ہیں اور دونوں ہی پہلے ایڈیشن کی ہیں۔

۱۴۔ طلسم نوخیز جمشیدی (جلد سوم) از منشی احمد حسین قمر:

منشی احمد حسین قمر کی اس داستان کی جلد سوم نول کشور لکھنؤ سے جون ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس اعتبار سے جلد دوم اور سوم کی اشاعت میں صرف چار ماہ کا فاصلہ ہے۔ حسب روایت داستان کے اختتام پر تقریظ اور تاریخ طبع موجود ہے۔ تاریخ اس زمانے کے چلن کے مطابق ہجری میں نکلتی ہے اور اس داستان کی دیگر جلدوں کی طرح صنعت توشیح میں تاریخ کو ہر مصرعہ کے اولین حرف کے اعداد کی جمع آوری کی صورت دی گئی ہے جس کی رو سے اس کا سال طباعت ۱۳۲۰ھ ہے۔ تقریظ مصنف کے بیٹے نے لکھی ہے اور مصنف کے کمالات کا جا گر گیا ہے۔

جلد سوم کا آغاز ”حمد خداے زمان و زمین بانی بنائے اولین و آخرین۔۔۔“ جبکہ اختتام ”اعلان“ کے ان الفاظ ”حق تصنیف اسکا بحق نول کشور پریس محفوظ ہے“ سے ہوتا ہے۔ اس جلد کی ضخامت ۱۰۲۰ صفحات پر محیط ہے۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود اس جلد کا یہ نسخہ قدرے خستہ حالت میں ہے۔ اس کی شیراز بندی کرنے والے دہاگے ڈھیلے ہو کر باہر نکل رہے ہیں۔ حالانکہ اس جلد کو جلد اول اور دوم سے زیادہ بہتر حالت میں ہونا چاہیے کہ یہ ان دونوں کے بعد شائع ہوئی۔ ہمارا قیاس ہے کہ نول کشور کی کتب کا یہ ذخیرہ پریس کے ریکارڈ کا حصہ رہا ہوگا کہ جسے نہ تو بار بار کھولا گیا ہوگا اور نہ ہی اس چھانٹ پھانٹ کی گئی ہوگی۔ اس کے باوجود اس داستان کی یہ تیسری جلد باقی کتب کی نسبت زیادہ خستہ حالت میں ہے۔ اس خستگی کے باوجود اس کا متن مکمل صورت میں موجود ہے اور سرورق سے لے کر آخری صفحہ تک تمام صفحات قابل مطالعہ ہیں۔ داستانوں کے مرتبین کے لیے ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود یہ تینوں جلدیں اس لیے اہمیت کی حامل ہو سکتی ہیں کہ یہ ان داستانوں کا پہلا ایڈیشن ہے اور کم یا ب ہے۔

۱۵۔ طلسم ہفت پیکر (جلد اول) از منشی احمد حسین قمر:

”طلسم ہفت پیکر“ منشی احمد حسین قمر کی تحریر کردہ داستان ہے جو تین جلدوں میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ زیر نظر نسخہ اس داستان کی جلد اول ہے جو نول کشور پریس سے ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ”طلسم ہفت پیکر“ کی ان تینوں جلدوں کے حوالے سے ایک الجھن یہ ہے کہ ان پر کہیں بھی یہ درج نہیں کہ یہ پہلا ایڈیشن ہے یا دوسرا یا تیسرا۔ نول کشور پریس کی مطبوعہ کتب کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا تو ”خاتمہ الطبع“ کے عنوان سے اس کی صراحت کر دی گئی، لیکن اس طرح کی صراحت چونکہ ”طلسم ہفت پیکر“ میں نہیں کی گئی، اس لیے گمان کیا جاسکتا ہے کہ زیر نظر ایڈیشن اولیں ایڈیشن ہی ہوگا۔ اگر اس قیاس کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ ”طلسم نوخیز جمشیدی“ کی جلد اول میں ان کے بیٹے نے جو تقریظ لکھی، اس میں انھوں نے ”طلسم زعفران زار“ کا خاص طور پر ذکر کیا اور بتایا کہ وہ ”طلسم نوخیز جمشیدی“ کی تین جلدیں مکمل کرنے کے بعد ”طلسم زعفران زار“ لکھنے میں منہمک تھے کہ ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اگر منشی احمد حسین قمر کی وفات کے بعد ان کی یہ داستان (طلسم ہفت پیکر) غیر مطبوعہ رہ گئی تھی تو اس کا ذکر کسی نہ کسی داستان کی تقریظ میں کیا جانا چاہیے تھا۔ یہ داستان بھی عیاری، معرکہ آرائی اور عشق کے موضوعات پر مبنی ہے۔ اس داستان کے تمام صفحات اور متن درست حالت میں ہے۔

۱۶۔ طلسم ہفت پیکر (جلد دوم) از منشی احمد حسین قمر:

”طلسم ہفت پیکر“ کی دوسری جلد کا یہ ایڈیشن اپریل ۱۹۱۵ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ پہلی جلد اور دوسری جلد کی

اشاعت میں چھ برس کا فاصلہ دکھائی دیتا ہے۔ جلد دوم کا آغاز حسب روایت حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ﷺ اور منقبت سے ہوا ہے لیکن اس داستان میں یہ تینوں حصے نثر اور نظم دونوں کی یکجائی سے سامنے آتے ہیں۔ منقبت کے حصے مصنف نے چند ایک واقعات کو داستانوی انداز میں پیش کیا ہے اور موقع محل کی مناسبت سے قطعاً بھی درج کیے ہیں۔ اس جلد کا اختتام ”خاتمہ الطبع“ کے عنوان کے تحت چند سطور سے ہوتا ہے۔ خاتمہ الطبع سے قبل ”تاریخ طبع، ادمصنف کتاب در صنعت توشیح اگر از ہر سر مصرع یک یک حرف بگیرند تاریخ سنہ حال ہجری پیدا گردد“ کے عنوان سے درج ذیل اشعار دیئے گئے ہیں۔

| | |
|------------------------------|--------------------------------|
| مجھے ساقیا جامِ عشرت پلا | شراب مصفا کا دورہ ہوا |
| خدا نے عجب فخر مجھ کو دیا | کہ جلد دوم کا بھی سامان ہوا |
| رہے اپنے دستور کا بھی خیال | نہ ہونا ظہرین کو بھی ہرگز ملال |
| جو لکھوں زبان صاف ہو با تمیز | اسے اہل بیتش کرینگے عزیز |
| قمر جلد ثالث بھی تحریر ہو | اُسی طور کی صاف تقریر ہو ۱۰ |

ان اشعار کے ہر مصرعے کے پہلے حرف کے اعداد کی جمع آوری سے ۱۳۱۵ھ کی تاریخ نکلتی ہے جس کی رو سے عیسوی سال میں ۱۸۹۷ء کا اوائل اور ۱۸۹۸ء کا اوائل بنتا ہے۔ چونکہ یہ قطعہ تاریخ خود مصنف نے کہا ہے، اس لیے اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا ہے کہ اس داستان کی جلد دوم ۱۸۹۸ء کے دوران میں مکمل کر لی گئی تھی۔ خلاف معمول، زیر نظر نسخہ میں ایڈیشن کی بابت صراحت نہیں ملتی۔ چونکہ زیر نظر ایڈیشن اپریل ۱۹۱۵ء کا ہے جو اس جلد کے سال تصنیف کے کم و بیش اٹھارہ برس بعد کے زمانے کو ظاہر کرتا ہے، اس لیے اس ایڈیشن کو اولیٰ ایڈیشن کہنے میں تامل ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کاروباری مصلحت کے تحت ایڈیشن کی معلومات کو ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اس جلد میں صفحات کی تعداد ۸۵۴ ہے۔

۱۷۔ طلسم ہفت پیکر (سوم) از منشی احمد حسین قمر:

”طلسم ہفت پیکر“ کی یہ تیسری اور آخری جلد ہے۔ اس جلد میں آخر کے چند صفحات موجود نہیں جس کی وجہ سے اس کے سال اشاعت کا تعین نہیں ہو سکا۔ داستان کا آغاز ”حمد خالق کیلنا مالک ہر دوسرا بندہ نواز کار ساز“ سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں، نعت رسول مقبول ﷺ اور منقبت موجود ہے کہ جسے نثر اور نظم دونوں صورتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ داستان کے ابواب کا آغاز منظوم داستانوں کی مانند ساقی نامہ سے ہوتا ہے۔ بیشتر ابواب کے عنوانات فارسی میں ہیں جن سے اس عہد کے تخلیقی اور سماجی جھکاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اردو کی داستانیں تو کچھ، پنجابی منظوم داستانوں کے عنوانات بھی اس عہد میں فارسی میں ہوا کرتے تھے جس کا بین ثبوت میاں محمد بخشؒ کی ”سیف الملوک“ ہے۔

ہائیل برگ یونیورسٹی میں موجود اس ذخیرہء کتب میں اس داستان کی جلد سوم کا ایک اور ایڈیشن بھی موجود ہے جو اگست ۱۹۱۳ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ یہ نسخہ نامکمل ہے۔ اس نسخہ کا آغاز صفحہ نمبر ۴۳۳ سے ہوتا ہے۔ اس نسخہ کی موجودگی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جلد ۱۹۱۳ء تک اشاعت پذیر ہو چکی تھی۔

۱۸۔ طلسم ہوش ربا (جلد دوم) از منشی محمد حسین جاہ:

طلسم ہوش ربا اردو داستانوں میں نہایت ممتاز مقام کی حامل ہے اور اسی اہمیت کے سبب اس کے متعدد ایڈیشن مختلف زمانوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ متواتر اشاعت کے سبب اس کا متن نایاب یا کم یا کم بھی نہیں رہا، تاہم صحت متن کے حوالے اس کے ابتدائی ایڈیشنوں تک رسائی قدرے دشوار ضرور ہو سکتی ہے۔ زیر نظر ذخیرہء کتب میں طلسم ہوش ربا کی فقط ایک ہی جلد موجود ہے۔ یہ نسخہ نول کشور پریس لکھنؤ سے پانچویں بار جون ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اس نسخے کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ اولین ایڈیشنوں میں سے ایک ہے۔

۱۹۔ فسانہ آزاد از رتن ناتھ سرشار:

داستان، ناول اور ان دونوں اصناف کی درمیانی کڑی کے حوالے سے فسانہ آزاد کا تذکرہ اردو تنقید میں رہا ہے۔ داستان یا ناول کی اس بحث سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ فسانہ آزاد کو اردو کے افسانوی ادب میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان ایڈیشنوں کی ظاہری ساخت بھی ایک دوسرے سے مختلف رہی ہے۔ فسانہ آزاد کا یہ ایڈیشن پاکٹ سائز کا ہے جسے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا گیا۔ سرورق پر پہلی قسط کے الفاظ درج ہیں۔ اس ایڈیشن کو امیر حسن نورانی نے مرتب کیا ہے، صحت و ترتیب کے علاوہ انہوں نے مقدمہ بھی لکھا ہے۔ امیر حسن نورانی صاحب نے نول کشور پریس کے پرانے اور کم یاب ادبی متون کو از سر نو مرتب کر کے بڑی خدمت کا کام کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کا ایک اہم کارنامہ ”معرکہ چلبست و شرر“ کی ترتیب ہے۔ نول کشور پریس کے زیر اہتمام اودھ اخبار میں قسط وار شائع ہونے والے اس اہم ادبی معرکہ کو بعد ازاں نول کشور پریس نے یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا تھا۔ اب وہ کتاب کم یاب ہے لیکن ہائڈل برگ یونیورسٹی میں موجود نول کشور کے اس ذخیرے میں یہ کتاب پڑی ہوئی ہے۔ امیر حسن نورانی صاحب نے ان مباحث کو اپنے طویل مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی رسائی میں نول کشور پریس کی پرانی کتب رہی ہیں جن کی ترتیب نو کا کام وہ گاہے گاہے کرتے رہے۔ ”فسانہ آزاد“ کے پاکٹ سائز اس ایڈیشن کو بھی اسی ذیل میں لینا چاہیے۔ اس ذخیرہء کتب میں پاکٹ سائز کے اس ایڈیشن کی صرف پہلی قسط موجود ہے۔

۲۰۔ فسانہ عجائب از رجب علی سرور بیگ:

رشید حسن خاں کی تحقیق کے مطابق ”فسانہ عجائب“ کی اشاعت اول ۱۲۵۹ھ جبکہ اشاعت ثانی ۱۲۶۳ھ میں ہوئی تھی ۱۱۔ زیر نظر ایڈیشن جمادی الاول ۱۲۹۹ھ بہ مطابق مارچ ۱۸۸۲ء کا ہے۔ نول کشور پریس سے فسانہ عجائب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس ایڈیشن کے صفحات کی تعداد اٹھانوے (۹۸) ہے۔ متن کا آغاز ”الحمد للہ الذی خلق۔۔۔“ جبکہ اختتام ”۔۔۔ معصر مطب مکرین فقط“ کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ یہ ایڈیشن کم و بیش ایک سو تیس برس گزرنے کے باوجود نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ تمام صفحات پر متن روشن اور صاف ہے۔ کوئی بھی صفحہ کرم خوردہ یا کٹا پھٹا نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب شاید نول کشور پریس کے ریکارڈ میں رہی ہوگی، ورنہ ایک صدی سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد کتب عواما اتنی اچھی حالت میں نہیں رہتیں جتنی اچھی حالت میں یہ کتاب موجود ہے۔

اس ایڈیشن کے آخری صفحہ پر موجود اشتہار کی رو سے رجب علی بیگ سرور نے اپنی زندگی ہی میں ”فسانہ عجائب“ کا حق اشاعت نول کشور پریس کو دے دیا تھا۔ اشتہار میں لکھا ہے:

’اس قصہ فسانہ عجائب کا حق تصنیف مصنف نے بحیات خود بذریعہ تحریر مطبوع نول کشور کو بہ کیا اور بموجب دفعہ ۱۸۔ ایکٹ ۲۵۔ ۱۸۶۷ء حق تصنیف پر رجسٹری ہوگی معصر ان سے توقع ہے کہ بلا اجازت مالک مطبوع نول کشور لکھنؤ کا پور وغیرہ کے کوئی احباب معصر مطبوع مکرین فقط‘ ۱۲

اس حق اشاعت کی موجودگی میں اور مصنف کی حیات میں اس داستان کا کسی اور مطبوع سے شائع ہونا قرین قیاس نظر نہیں آتا۔ اس لیے ”فسانہ عجائب“ کی تدوین میں اسی نسخے کو اہمیت حاصل ہوگی۔

نول کشور کے مطبوع سے ”فسانہ عجائب“ کی طبع سابق کی تاریخ منشی کا لکا پرساد مخلص بہ موجود نے کبھی جو اس ایڈیشن کے آخری صفحہ پر درج ہے۔ آخری شعر ۱۳ سے طبع سابق کی تاریخ ۱۲۸۳ھ بنتی ہے جو ہندسوں کی صورت میں بھی درج ہے۔ اس تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجب علی بیگ سرور کی زندگی ہی میں نول کشور پریس سے ”فسانہ عجائب“ کا ایڈیشن شائع ہو چکا تھا۔ نول کشور سے اس کتاب کا اولی ایڈیشن

۱۸۷۱ء میں شائع ہوا تھا۔ رشید حسن خاں کے بقول تدوین میں اس نسخے کی زیادہ اہمیت ہے کہ جو مصنف کی زندگی میں سب سے آخر میں شائع ہوا ہو اور اسے مصنف نے دیکھا بھی ہو۔ اس اعتبار سے نول کشور پریس سے ”فسانہ عجائب“ کی اشاعت مصنف کی زندگی میں ہوئی۔ گمان کیا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اس ایڈیشن کو دیکھا بھی ہوگا۔ رشید حسن خاں کی مرتبہ ”فسانہ عجائب“ کے متن اور نول کشور کے اس ایڈیشن کے متن میں کئی مقامات پر اختلافات بلکہ تضادات موجود ہیں۔ متن ہی کا کیا ذکر عنوانات تک میں بہت فرق موجود ہے۔ چونکہ نول کشور سے ”فسانہ عجائب“ کی یہ اشاعت ثانی بہ مطابق اشاعت اول ہے۔ ہمارے خیال میں ”فسانہ عجائب“ کے متن کی تدوین میں اور رشید حسن خاں کی مرتبہ ”فسانہ عجائب“ کے محاکے کے لیے یہ ایڈیشن نہایت اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

۲۱۔ فسانہ عجائب (بالتصویر) از رجب علی بیگ سرور:

فسانہ عجائب کے متعدد اور متنوع ایڈیشنوں کی اشاعت سے اس کی ہر دل عزیز کی اور پذیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ نول کشور پریس نے ایک زمانے میں قارئین کے مزاج اور ذوق کے پیش نظر کچھ داستانوں کے بالتصویر ایڈیشن بھی چھاپے تھے۔ بالتصویر ایڈیشنوں کا سلسلہ صرف اردو ادب تک محدود نہ تھا بلکہ فارسی اور سنسکرت کی شہرہ آفاق تصانیف کے بھی بالتصویر ایڈیشن چھاپے گئے تھے۔ شیخ سعدی کی گلستان و بوستان کی مثال دی جاسکتی ہے۔ ان بالتصویر ایڈیشنوں میں مختلف واقعات کی تصویر کشی موجود ہے۔ زیادہ تر تصاویر پینٹل کچ کی ذیل میں آتی ہیں اور اپنے عہد کے معاشرتی چلن کی بھرپور عکاس بھی ہیں۔

فسانہ عجائب کے اس بالتصویر ایڈیشن کی تاریخ اشاعت معلوم نہیں ہو سکی۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۱۷ ہے۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں نول کشور کے ذخیرہء کتب میں اس ایڈیشن کی دو کاپیاں موجود ہیں۔ اس ایڈیشن کا سرورق بھی بالتصویر ہے کہ جس میں پائیں باغ کی نشست گاہ میں بچے تخت پر جلوہ افروز ایک شہزادی، ستون کے پیچھے کھڑی خدمت گار اور ایک شہزادے کو گفتگو کے عالم میں دکھلایا گیا ہے۔ داستانوں کا اہم کردار طوطا اپنے منقش پنجرے میں لٹکتا ہوا نظر آتا ہے۔ بام پر لٹکے اور ادھ کھلے پردے اور ان پردوں کے پیچھے باغ میں سرو کے اشجار اس تصویر کا نمایاں حصہ ہیں۔ تخت پر گاؤں تکیہ، پان دان، آرسی، عطر کی شیشیاں، تھال میں رکھے جام و صراحی، منقش درود یوار، دیدہ زیب ملبوسات وغیرہ اس تصویر میں دکھائی پڑتے ہیں۔ ان تصاویر کو جہاں داستان کے واقعات کی روشنی میں بنایا گیا ہے تو وہاں مشرقی بالخصوص لکھنؤ کی تہذیبی زندگی کو سامنے رکھا گیا ہے۔ ان تصاویر سے جہاں داستانوں اور معاشرتی زندگی کی شکل مصوری میں ڈھلی ہوئی ملتی ہے تو وہاں اس امر سے معاشرتی زندگی میں قوتِ تخیل کا نوحہ بھی سنائی دیتا ہے۔

داستانیں اور تخلیقی ادب قاری کی قوتِ تخیل کو ہمیز کرتے ہیں اور قاری کو متن میں موجود محاکات کے وسیع جہانوں میں لے جانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اگر تخلیقی ادب کو مصورانہ صورت میں پیش کیا جائے تو اس سے قاری کی قوتِ تخیل ان تصاویر تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ استاد اللہ بخش، صادقین، عبدالرحمن کے مرقعے استثنائی مثالیں ہیں کہ ان کے ہاں مصورانہ جہت قوتِ تخیل کو مزید بلندی کی سمت لے جاتی ہے لیکن کاروباری مقاصد کے پیش نظر تیار ہونے والے بالتصویر مجموعے کم زور ثابت ہوتے ہیں۔ فسانہ عجائب (بالتصویر) کو بھی اسی ذیل میں لینا چاہیے۔ فسانہ عجائب کا یہ بالتصویر ایڈیشن اس عہد میں اشاعتی اداروں کے بدلتے ہوئے رجحانات کی عکاسی ضرور کرتا ہے۔

۲۲۔ فسانہ عجائب از رجب علی سرور بیگ:

ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں نول کشور کے اس ذخیرہء کتب میں فسانہ عجائب کے ایک سے زائد ایڈیشن موجود ہیں۔ زیر نظر ایڈیشن نول کشور لکھنؤ سے چھپنے والا پینتیس واں (۳۵) ایڈیشن ہے جو ستمبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ نول کشور لکھنؤ سے فسانہ عجائب کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس طور نصف صدی کے اس عرصے میں نول کشور پریس سے اس داستان کے پینتیس ایڈیشن

شائع ہو چکے تھے۔

۲۳۔ قصہ حاتم طائی منظوم از منشی تنسکھ رائے:

یہ منظوم قصہ منشی تنسکھ رائے کا تحریر کردہ ہے۔ قصے کا یہ پہلا ایڈیشن ہے جو نول کشور، لکھنؤ سے ستمبر ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ منشی تنسکھ کا تخلص رغبت درج ہے اور نام کے ساتھ مرحوم لکھا ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ قصے کے آغاز میں منظوم دیباچہ، شاعر کی تصویر، مناجات اور مدح سلطان واجد علی شاہ کے علاوہ واجد علی شاہ کے دربار کی ہاتھ سے بنائی گئی ایک تصویر بھی شائع کی گئی ہے۔ ہمارے داستانوی ادب میں زیادہ تر کردار ہندوی معاشرت میں ڈھلے ہونے کے باوجود عجمی پس منظر رکھتے ہیں۔ عرب معاشرت اور کرداروں کا عمل دخل اردو داستانوں میں کم ہی نظر آیا ہے لیکن حاتم طائی کا کردار ہماری داستانوں کا عنوان بن گیا۔ حاتم طائی کے قصے سینہ بہ سینہ آگے بڑھتے رہے۔ نول کشور پریس نے داستان گوئی کی اس روایت کو تحریری شکل میں لانے اور شائع کرنے کی رجحان ساز روایت ڈالی تھی اور اسے آگے بڑھایا تھا۔ ان نوع کے قصوں کی اشاعت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ داستانوں یا ان کی منظوم صورتوں کے فروغ میں جہاں مسلمانوں کا حصہ ہے تو وہاں ہندوادیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۲۴۔ قصہ زاہد و منشی تالیف از منشی واحد علی:

اس قصے کے اصل مصنف برہان الدین احمد ہیں جس کی تالیف منشی واحد علی نے کی تھی۔ اس قصے کو نول کشور لکھنؤ نے ۱۸۹۷ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۴۶ ہے۔ یہ قصہ نثر اور منظوم دونوں صورتوں میں موجود ہے۔ عبارت کہیں کہیں نثر میں ہے تو کہیں منظوم صورت میں بھی موجود ہے۔ اس قصے کے سرسری مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معمولی نوعیت کا قصہ ہے جس میں تخلیقی شان بہت کم پائی جاتی ہے۔ رہی سہی کسر نثر اور منظوم کی یکجائی نے پوری کر دی ہے۔

۲۵۔ قصہ سند باد جہازی:

اس مختصر قصے میں ہمیں مصنف کا نام باوجود کوشش کے نہیں مل سکا۔ اس قصے کے آخر میں موجود ”خاتمہ الطبع“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کو کلکتہ کے تاجر کتب مولوی محمد یعقوب کی فرمائش پر شائع کیا گیا۔ کلکتہ اور پھر وہاں کے تاجر کی فرمائش سند باد جہازی کی سیاحتوں کے قصے کو اور زیادہ با معنی بنا دیتی ہے۔ یہ قصہ نول کشور لکھنؤ سے فروری ۱۹۰۹ء میں شائع کیا گیا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے۔ قصے میں مہم جوئی اور سیاحتوں کا بیان نمایاں ہے۔

۲۶۔ قصہ شاہ حجیر:

دس صفحات پر مشتمل یہ نہایت مختصر اور کتا بچہ نما قصہ حضرت عیسیٰؑ کے حالات زندگی اور ان کے معجزات کا منظوم اظہار ہے۔ اس قصے پر شاعر کا نام درج نہیں اور نہ متن سے اس کا کوئی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ قصہ نول کشور لکھنؤ سے جولائی ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا۔ نول کشور پریس کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی تھا کہ انھوں نے اپنے اشاعتی ادارے کو علوم کی کسی ایک خاص شاخ، کسی مذہب یا فرقے وغیرہ سے منسلک نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس اشاعتی ادارے سے مسلم، ہندو، عیسائی عقائد سے وابستہ کتب کثرت سے شائع ہوئیں۔ علاوہ ازیں، اردو، سنسکرت، عربی، فارسی وغیرہ میں سیکڑوں کتب شائع ہوئیں۔ ادب، تعلیم، زراعت، قانون، سیاست وغیرہ کے متنوع موضوعات پر ہزاروں کتب اس مطبع نے چھاپیں۔ اسی تنوع اور رنگارنگی نے نول کشور کو ہندوستان کا اہم ترین اشاعتی بنا دیا۔

۲۷۔ قصہ گلنام از منشی مادہورام:

منشی مادہورام کا تعلق ناگ پور سے تھا۔ اسی مناسبت سے اپنے نام کے ساتھ ناگ پوری بھی لکھا کرتے تھے جس کی تصدیق اس

قصے کے سرورق پر درج ان کے نام سے ہوتی ہے۔ یہ قصہ بھی منظوم صورت میں ہے۔ چند مستثنیات کے علاوہ دیگر منظوم قصوں کی مانند یہ قصہ بھی داستان گوئی کی کم زور شکل ہے۔ اس قصے کا چھٹا ایڈیشن ہائڈل برگ یونیورسٹی کے ذخیرہ نول کشور میں موجود ہے۔ یہ ایڈیشن دسمبر ۱۹۱۳ء میں نول کشور، کان پور سے اشاعت پذیر ہوا تھا۔

۲۸۔ گلستان با تصویر از سعدی:

سعدی کی ”گلستان“ برصغیر کی کثیر الاشاعت تصانیف میں سے ایک ہے۔ اس کے متعدد اور متنوع ایڈیشن مختلف زمانوں میں شائع ہوتے رہے۔ یہ ایڈیشن ۱۸۸۲ء میں نول کشور لکھنؤ سے شائع کیا گیا تھا۔ یہ با تصویر ایڈیشن ہے اور گمان ہوتا ہے کہ ہندوستان میں گلستان کے با تصویر ایڈیشنوں میں یہ ابتدائی ایڈیشنوں میں سے ایک ہے۔ یہ داستان اردو زبان میں ڈھالی گئی ہے لیکن اس پر مترجم کا نام درج نہیں۔ اس ایڈیشن میں جو تصاویر شائع کی گئی ہیں ان میں ہندو عجمی بالخصوص مغل تہذیب کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اس اعتبار سے سعدی کی حکایات کو ہند کے لبادے میں پیش کیا گیا ہے۔

۲۹۔ گیت بھونز مترجمہ منشی نقولال:

گیت بھونز اصل میں ”سور ساگر“ کا ایک حصہ ہے۔ ”سور ساگر“ کو بھا کا میں سورداں جی نے تصنیف کیا تھا کہ جس کے ایک حصے کو منشی نقولال نے اردو میں ڈھالا۔ کتاب کا یہ نسخہ نول کشور سے اگست ۱۹۰۶ء سے تیسری بار شائع ہوا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۰۲ ہے۔ ہندی اساطیر کے حوالے سے قدرے اہم کتاب ہے۔

۳۰۔ گیتا مہاتم منظوم از منشی رام سہائے تمنا:

”گیتا مہاتم منظوم“ کو اردو منظوم داستانوں کی ذیل میں تو نہیں رکھا جاسکتا لیکن اس کی درجہ بندی کسی اور حوالے سے بھی ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ اس لیے اس کتاب کو منظوم داستانوں کی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اسے ایک طرح کا کتابچہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس کے کل صفحات کی تعداد ۲۶ ہے۔ ہندی اساطیر اور دھرم کی کتب کا فارسی رسم الخط میں شائع ہونا آنے والے عہد میں ہندی اردو تنازعہ کی طرف ایک بلیغ اشارہ بھی بنتا ہے کہ کیا یہ دولسانی معاملات سیاسی نوعیت کے تو نہیں تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز سے قبل شائع ہونے والے کتب میں اس تنازعے کی بنیاد کہیں بھی دکھائی نہیں پڑتی۔ اردو زبان میں بہ کثرت ہندی کتب کے تراجم، ہندی اساطیر اور دھرم کے حوالوں کا اردو زبان میں موجود ہونا، اور اس عہد کے نصابات میں ہندو اور مسلمانوں کی یکساں نمائندگی بھی اہم اشارات ہیں۔

۳۱۔ مثنوی حیرت افزا از محمد قاسم لکھنوی:

محمد قاسم لکھنوی کی اس مثنوی کا دوسرا ایڈیشن نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ دوسرا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ اس مثنوی میں قاسم لکھنوی کی چند غزلیات اور محضس موجود ہیں۔ مثنوی نہایت مختصر ہے۔ اس کے کل صفحات کی تعداد ۲۴ ہے۔ جس عہد سے اس مثنوی کا تعلق ہے وہ عہد غالب و مومن و آتش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس عہد میں ہزاروں کی تعداد میں شعرا موجود تھے کہ جن کے نام تک آج کسی کو معلوم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے

کہ محمد قاسم لکھنوی بھی انہی شعراء میں سے ایک ہیں۔

۳۲۔ مثنوی سحر الیمان از میر حسن:

اس شہرہ آفاق مثنوی کا یہ نسخہ عبدالباری آسی کا مرتب کردہ ہے جسے نول کشور لکھنؤ سے ۱۹۲۵ء میں شائع کیا گیا تھا۔ یہ اس مثنوی کا تیسرا ایڈیشن ہے۔ اس میں عبدالباری آسی کا مقدمہ اور حواشی بھی شامل ہیں کہ جن کی موجودگی سے اس مثنوی کے متن کی قدر و قیمت کا تعین

ہوتا ہے۔ مرتب نے اس مثنوی کے علاوہ مثنوی ”گلزارِ ارم“ اور ”رموز العارفین“ کو اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس میں میر شیر علی کا دیباچہ بھی شامل ہے جو اولیں ایڈیشنوں میں موجود تھا۔ رشید حسن خاں نے اس مثنوی کو مرتب کر کے تدوین متن کے اعلیٰ تر معیارات قائم کیے لیکن عبدالباری آسی کی یہ کاوش اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے۔ مثنوی ”سحر البیان“ کی تدوین کی تاریخ میں اس کتاب کو اہمیت حاصل رہے گی۔

۳۳۔ مثنوی سعدین مع خالہ بھانجی کی لڑائی از منشی انوار حسین:

بتیس صفحات پر مشتمل یہ مختصر سی مثنوی نول کشور کان پور سے ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ مرزا غالب کے ایک شاگرد میر عالم علی صاحب خاں نے ۱۲۸۷ھ کی تاریخ نکالی۔ یہ تاریخ مثنوی کے آخری صفحہ پر موجود ہے۔ مثنوی کے آخری صفحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اسے ۱۸۷۰ء میں مکمل کیا تھا۔

۳۴۔ مثنوی گلدرستہ معنی از محمد حب علی خان:

اس کتاب کے عنوان کے ساتھ مثنوی کا لفظ ضرور چسپاں ہے اور یہ منظوم کاوش مثنوی کی ہیبت میں بھی ہے لیکن اسے منظوم داستان کی ذیل میں نہیں رکھا جاسکتا۔ موضوعاتی اعتبار سے یہ مثنوی حقیقت دین، انتظام ظاہر و باطن، اہل یقین، ظاہر و باطن کے بیانات پر مشتمل ہے اور سلسلہء قادریہ کی رو سے ان معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کو نول کشور لکھنؤ سے فروری ۱۸۸۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔

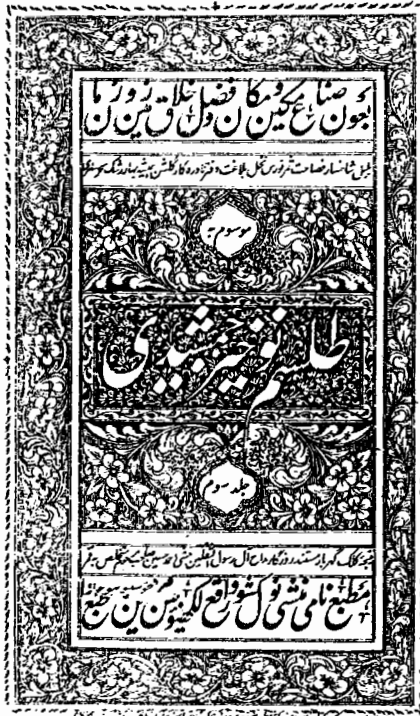
۳۴۔ نو شیر واں نامہ (جلد دوم) مترجم شیخ تصدق حسین:

نو شیر واں نامہ کی جلد دوم کا یہ اردو ترجمہ تیسری بار نول کشور لکھنؤ سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ اس جلد کے صفحات کی تعداد ۹۹ ہے اور ”خاتمہ الطبع از جانب کار پردازان مطبع“ کے عنوان سے نول کشور پریس کی ان کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کی بدولت دیگر زبانوں کی مشہور کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر عام ہوئیں۔ ”کیسی کیسی نایاب ولا جواب عربی، فارسی، بھاکا، انگریزی مستند کتابوں کو جو یادگار سانسقین تھیں زکیر صرف کر کے اردو زبان میں ترجمہ کر کے عالم میں شائع کیا از انجملہ داستان امیر حمزہ کہ حسب ذیل دفتروں پر منقسم ہے“ ۱۳۔ اس داستان کے آغاز میں بھی ایک نوٹ شامل ہے کہ جس کی رو سے یہ ترجمہ داستان امیر حمزہ کے دفتر اول کا ہے اور اسی نوٹ میں اس داستان کی ضخامت کو بحر خار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ کارکنان مطبع: ”خاتمہ الطبع تمہ الف لیلہ تصاویر الف لیلہ مع تصاویر ہر چہار جلد“ (جلد دوم) از رتن ناتھ سرشار، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۰ء، ص ۲۹۸۔
- ۲۔ عیش، فدا علی: ”تاریخ طبع سابق لراقمہ“ مشمولہ ”دریای تعشق“ از واجد علی شاہ لکھنؤ، نول کشور، ۱۸۸۵ء، ص ۶۴۔
- ۳۔ کارکنان مطبع: اشاعتی سطور مشمولہ ”دریای تعشق“ از واجد علی شاہ، ص ۶۴۔
- ۴۔ کارکنان مطبع: ”خاتمہ الطبع“ مشمولہ ”سنگاسن بتیسی (نظم)“ از منشی لال متخلص بہ چمن، کان پور، نول کشور، ۱۸۷۱ء، ص ۱۲۹۔
- ۵۔ کارکنان مطبع ”خاتمہ الطبع“ مشمولہ ”طلسم نوخیز جمشیدی“ (جلد اول) لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۰۱ء، ص ۷۸۔
- ۶۔ سرورق طلسم نوخیز جمشیدی (جلد اول)
- ۷۔ ایضاً

- ۸- تقریظ مشمولہ طلسم نوخیز جمشیدی (جلد دوم) لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۰۲ء ص ۶۵۷۔
- ۹- قمر، منشی احمد حسین: طلسم نوخیز جمشیدی (جلد دوم) ص ۲۔
- ۱۰- قمر، منشی احمد حسین: طلسم نوخیز جمشیدی (جلد سوم) لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۰۲ء ص ۱۰۲۰۔
- ۱۱- قمر، منشی احمد حسین: ”طلسم ہفت پیکر (جلد دوم) لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۵ء ص ۸۵۲۔
- ۱۲- رشید حسن خاں (مرتب): ”فسانہ عجائب“ نئی دہلی، انجمن ترقیء اوردو (ہند) ۱۹۹۰ء ص ۳۔
- ۱۳- اشتہار مشمولہ ”فسانہ عجائب“ از رجب علی سرور بیگ، لکھنؤ، نول کشور، ۱۸۸۲ء ص ۹۸۔
- ۱۵- فسانہ عجائب کے اس ایڈیشن میں منشی کا لکا پرشاد کے چند اشعار موجود ہیں۔ آخری شعر سے گذشتہ ایڈیشن کی تاریخ نکلتی ہے۔ شعر درج ذیل ہے
- دیکھ کر تصویریں موجد سوچے ہم تاریخ طبع یہ فسانہ ہو گئیں ہیں کیسی کیسی تصویریں ۱۲۸۳ھ
- ۱۶- کارپردازان مطبع: ”خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان مطبع“، مشمولہ نو شیرواں نامہ (جلد دوم) مترجم شیخ تصدق حسین، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۵ء ص ۷۹۹۔



تقریباً چھ ماہ پہلے سے شروع ہوئی ہے۔
 ۱۰۲۰
 اگر زیادہ مضمون ہر قون سے یاد تھا صاحبان انصاف پسند کا متول یہ کہ ایسا وسیع المیاد شخص اب
 پہنچتا ہوتا تھا حالات سے بیکار اور اس طرح کی طبیعت کی روانی دیکھنے لگتے تھے جن میں ہمیں آنی آگیا
 زیادہ اپنے قبیلہ و گھرانے کی تہذیب کا حقیر کرنا مناسب نہیں ہو گا جو عرض حق پسندی سے اس قدر
 کھنکھوڑا یا حقیر پر محسوس ہو گا تاکہ عالم مداح ہو کر انوار حق مشک آہستہ کر خود ہو یہ
 نہ کہ حطار گوید زیادہ والسلام

مباح روز صنعت قوشی اگر ایک ایک حرف از سر پر مروج بگیرند سال طبع پیدا شود
 طبع او حضرت حضرت علیہ السلام

| | |
|--|--|
| کی بعد مدت کے بعد جسے پیش کر گنت کا بڑھکا آخر سلا فرمات مضمون تازہ کھو چون آگاہ ظاہر ہو یہ حق فرمات روشن کر گنتی حد پتہ پور سے گل ہے یہ فائز ہوا آفتاب طلعت ہو بارور | پھر سا قیام صحیباے پیش + شوم جلد کا بھی ہوا خاتما + آہوا در میان اس کی بھی تاریخ ہو خوشنشاہ اطمین فضل و حسن تاریخ تاریخ کھی بعد شد و شہزادی منسا میں تازہ ہوا + کھا شیل دل سے با صد ہنر آہی بہتی حلق و رسوا + |
|--|--|

حکایت طبع و فکر سے الگ کس زمان حضرت کا ان میں طبع کو پیشرویت کی طبع و فکر سے
 اسلام انبیت شہنشاہ حکیم طبع ہر جانب نشانی استھار میں صاحب نفس فرما علی مد ظلہ العالی
 طبعین و شہزادان الامت المصوب یا ماول طبع نامی شہی و لگتے نور دیکھ گزین ہمالی ہن کا سے
 نام از جانب فشی پر آگ ترا این صاحب ام اقبال کاکہ طبع حضرت باہ جن سن سلار مطابین
 ماہ ریح الاول مد ظلہ علیہ سے آراستہ ہو کر تھیل خاص و عام ہی
 اعلان ہو گا یہ کتاب عبرت زر کفر طبع تصنیف آئی کالہ انصاف اسکا بھی لکھو ہر اس کو تاقی



۹۸

فنازه مجیب

| | |
|--|--|
| <p>کوش گیسو آه گیسو و گیسو ایسی آبی سوزن آنگ ایسی سوزن گیسو ایسی آبی سوزن ایلم نای کی گیسو ایسی آبی سوزن فنازه گیسو ایسی آبی سوزن</p> | <p>بب فضا که می بیند اور بند فضا که می بیند آبی سوزن و گیسو ایسی آبی سوزن فضا که می بیند اور بند فضا که می بیند آبی سوزن و گیسو ایسی آبی سوزن</p> |
| <p>فنازه ایسی آبی سوزن گیسو ایسی آبی سوزن</p> | |
| <p>بزرگ فضا که می بیند اور بند فضا که می بیند آبی سوزن و گیسو ایسی آبی سوزن فضا که می بیند اور بند فضا که می بیند آبی سوزن و گیسو ایسی آبی سوزن</p> | |
| <p>ایسی آبی سوزن گیسو ایسی آبی سوزن</p> | |
| <p>بب فضا که می بیند اور بند فضا که می بیند آبی سوزن و گیسو ایسی آبی سوزن فضا که می بیند اور بند فضا که می بیند آبی سوزن و گیسو ایسی آبی سوزن</p> | |



